17

نہ صرف اپنے بھائیوں سے بلکہ غیروں سے بھی محبت، ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرو

یہی وہ روح ہے جس سے جماعتیں زندہ رہتی اور ترقی کرتی ہیں

(فرمودہ 27 اپریل 1956ء بمقام مری)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''جیسا کہ میں نے پچھلے سے پچھلے خطبہ میں بیان کیا تھا جو اخبار میں بھی چَھپ چکا ہے کہ گرمی کی وجہ سے میری طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی لیکن ڈاکٹروں نے پتا لگا لیا کہ دراصل انتڑیوں اور معدہ کی خرابی اس کا اصل باعث ہے۔ چنانچہ ان کے علاج سے طبیعت بحال ہوئی۔ لیکن جب جسم پر کوئی خاص اثر پڑتا ہے تو باقی تمام اعصاب بھی مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جب میں ربوہ سے چلا ہوں تو میری طبیعت بڑی خراب تھی لیکن جب ہم پیل پہنچے تو باوجود اس کے کہ ایک پچھلے مقام پر جہاں ہم نے کچھ دیر کے لیے قیام کرنا تھا ہماری ایک موٹر جس میں مستورات سوار تھیں غلطی سے آگے نکل گئی اور اس کی وجہ سے طبیعت میں سخت گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہوئی، پھر بھی پیل پہنچتے ہی طبیعت اِتنی اچھی ہو گئی کہ یوں معلوم ہوتا تھا

کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں مگر یہاں پہنچنے پر چونکہ سخت سردی تھی طبیعت پھر خراب ہوگئی۔ گو لوگ کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد سردی کی یہ کیفیت جاتی رہے گی اور موسم اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ آج ویسی سردی نہیں اور دھوپ بھی نکلی ہوئی ہے۔ مگر میری طبیعت پر سے ابھی سردی کے حملہ کا اثر گیا نہیں۔ بہرحال اب تو ہم آ گئے ہیں اور ہمیں کچھ نہ کچھ برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ پھر ممکن ہے جیسا کہ دوستوں کا خیال ہے مئی میں سردی کم ہو جائے اور طبیعت ٹھیک ہو جائے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ محض ہمارا انعام ہے کہ ہم نے لوگوں کے دلوں میں تیری محبت پیدا کر دی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی ہے۔ اگر یہ انعام ہماری طرف سے نہ ہوتا تو خواہ تم کتنا بھی خرچ کرتے لوگوں کے قلوب میں ایسی محبت پیدا نہ کر سکتے۔1 یہ آیت بتاتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کا محبت رکھنا یا آپ کی وفات کے بعد جو بھی اسلام کا مرکز ہو اس سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ اسی طرح بھائیوں بھائیوں کی جو آپس میں محبت ہے یہ بھی انسان کے ایمان کی علامت ہے اور یہ کہ یہ محبت محض اللہ تعالیٰ کے دین سے پیدا ہوتی ہے دنیوی اموال سے پیدا نہیں ہوتی۔ اِس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کر کے اور پھر ایک مرکز بنا کر ایک نئے سرے سے اس آیت پر عمل کرنے کا ہماری جماعت کے لیے موقع پیدا کر دیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو اِس پر عمل کرنے کا موقع ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے ہیں۔

مجھے یاد ہے 1953ء میں جب فسادات ہوئے تو بعض احمدی دوسرے احمدیوں کی خبر لینے کے لیے پچاس پچاس میل تک خطرہ کے علاقہ میں سے گزر کر گئے اور انہوں نے احمدیوں کی مدد کی۔ ایک عورت ہمارے پاس سیالکوٹ کے علاقہ سے آئی اور اس نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں دو تین احمدی ہیں جن کو لوگ باہر نکلنے نہیں دیتے اور اگر نکلیں تو ان کو مارتے ہیں۔ آخر میں نے سوچا کہ میں خود ان کے حالات سے آپ کو اطلاع دوں۔ چنانچہ میں پیدل چل کر سیالکوٹ پہنچی اور پھر سیالکوٹ سے ربوہ آئی۔ اِس پر میں نے اُسی وقت ایک قافلہ

تیار کیا جس میں کچھ ربوہ کے دوست تھے اور کچھ باہر کے۔ اور میں نے انہیں کہا کہ جاؤ اور ان دوستوں کی خبر لو۔ اِسی طرح سیالکوٹ کی جماعت سے بھی کہو کہ وہ ان کا خیال رکھے۔ اب یہ اس باہمی محبت کا ہی نتیجہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ بظاہر یہ ایک معمولی چیز نظر آتی ہے لیکن اس کے اَثرات بڑے بھاری ہوتے ہیں۔

پھر یہی نہیں کہ احمدیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پائی جاتی ہے بلکہ غیراحمدیوں میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ان کا ایک طبقہ تو احمدیوں کو مارتا پھرتا تھا اور دوسرا طبقہ احمدیوں کی جانیں بچانے کے لیے آگے آ جاتا تھا۔ لاہور میں ہی ایک گھر پر غیراحمدی حملہ کر کے آ گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم نے اس مکان کو جلا دینا اور احمدیوں کو مار ڈالنا ہے۔ اس پر ایک غیراحمدی عورت اُس مکان کی دہلیز کے آگے لیٹ گئی اور کہنے لگی پہلے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر لو پھر بیشک آگے بڑھ کر احمدیوں کو مار لینا۔ ورنہ جب تک میں زندہ ہوں میں تمہیں آگے نہیں بڑھنے دوں گی۔ اِسی طرح ایک دوست نے سنایا کہ اُن کے گھر پر حملہ ہوا اور مخالفین کا ایک بہت بڑا ہجوم اُن کے مکان کی طرف آیا۔ وہ اُس وقت برآمدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ جب حملہ کرنے والے قریب آئے تو ایک نوجوان جو اُن کے آگے آگے تھا گالیاں دیتے ہوئے مکان کی طرف بڑھا اور کہنے لگا ان مرزائیوں کو مار دو۔ مگر جس وقت وہ لوگ مکان کے پاس پہنچتے تھے تو وہ نوجوان سب کو مُڑنے کے لیے کہہ دیتا اور اُس کے مُڑ جانے کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی مُڑ جاتے تھے۔ آخر کچھ دیر کے بعد وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اِتنے میں ان کے دوسرے پھاٹک کی طرف سے ایک مستری داخل ہوا جو اُن کے ماتحت کام کرتا تھا اور جسے انہوں نے ہی ملازم کروایا تھا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ ان لوگوں کے آگے آگے کون نوجوان تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ پہلے وہ گالیاں دیتے ہوئے آگے بڑھتا مگر پھر وہ اور اُس کا ایک ساتھی دونوں مُڑ جاتے اور اُن کے مُڑ جانے کی وجہ سے باقی ہجوم بھی مُڑ جاتا۔ وہ کہنے لگا یہ دونوں میرے بیٹے تھے۔ میں نے انہیں بلا کر کہا تھا کہ مجھے پتا ہے کہ کل ان کے مکان پر حملہ ہونا ہے مگر انہوں نے مجھ پر یہ احسان کیا ہوا ہے کہ انہوں نے مجھے بھی ملازم کرایا ہے اور تمہیں بھی۔ اب تمہارا فرض ہے

کہ تم اس احسان کا بدلہ اُتارو۔ یہ لڑکے ہوشیار تھے۔انہوں نے پتا لگا لیا کہ کس وقت حملہ ہونا ہے اور خود ان میں شامل ہو کر آگے آگے ہو گئے اور کہنے لگے چلو! ہم بتائیں کہ تم نے کس گھر پر حملہ کرنا ہے۔مگر جب وہ گالیاں دیتے ہوئے قریب آتے تو کہتے اس مرزائی کے گھر میں کیا رکھا ہے۔ چلو! ہم تمہیں اَور گھر بتاتے ہیں جس کے سیف روپوں سے بھرے پڑے ہیں اور جہاں بڑا سامان ہے۔ اِس طرح وہ اُن کو واپس لے گئے اور آپ کا گھر بچ گیا۔ غرض قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم نے مومنوں کے دلوں میں تیری محبت پیدا کر دی ہے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی ہے۔مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمیں اِس قسم کے نظارے بھی نظر آتے ہیں کہ نہ صرف مومنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ہوتی ہے بلکہ جو مومن نہیں اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں بھی مومنوں کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

جب احزاب کی جنگ ہوئی تو ایک عرب سردار نعیم بن مسعود اشجعی جو اسلام لا چکے تھے لیکن کفار کو ابھی اس کا علم نہیں تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر کوئی خدمت کروں۔ آپ مجھے اجازت دیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ یہودیوں کے پاس گئے اور انہیں کہنے لگے تمہیں پتا ہے میں عربوں کا سردار ہوں اور ان کی مجالس میں ہمیشہ شامل ہوتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ قریش سمجھتے ہیں کہ یہودیوں نے ہم سے غداری کرنی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ستّر آدمی چُن کر انہیں ضمانت کے طور پر دے دو تاکہ اگر تم غداری کرو تو وہ انہیں قتل کر دیں۔ میں تمہیں یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اگر وہ تم سے یہ مطالبہ کریں تو تم بھی کہنا کہ تم اپنے ستّر آدمی ہمیں دے دو تاکہ اگر تم غداری کرو تو ہم انہیں مار سکیں۔ اور اگر وہ صرف تم سے مطالبہ کریں اور اپنے ستّر آدمی تمہارے حوالے نہ کریں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اُن کی نیت خراب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ضرور غداری کریں گے۔ اِس کے بعد وہ عربوں کے پاس پہنچا اور اُس نے اُن کے کان میں یہ بات ڈالی کہ یہودی مدینہ میں رہتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اندر ہی اندر مل چکے ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ غداری

کرنے والے ہیں۔ اِس کا علاج یہی ہے کہ تم ان سے ستّر آدمی ضمانت کے طور پر مانگو تا کہ اگر وہ غداری کریں تو تم ان کو قتل کر سکو۔ چنانچہ اس مشورہ کے مطابق عربوں نے یہودیوں کی طرف پیغام بھجوا دیا کہ بیشک تم اِس وقت ہمارے ساتھ ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ تم کسی وقت غداری کرو اس لیے پہلے اپنے ستّر آدمی ہمارے حوالے کرو تا کہ اگر تم غداری کرو تو ہم انہیں سزا دے سکیں۔ انہوں نے جواب بھجوایا کہ پہلے تم اپنے ستّر آدمی ہمارے حوالے کرو تا کہ اگر تم غداری کرو تو ہم انہیں سزا دے سکیں۔ اِس سے قریش کو یقین آ گیا کہ یہودیوں کے دلوں میں بدنیتی ہے اور یہود کو قریش پر بدظنی ہوگئی۔2 جب دونوں میں پُھوٹ پڑ گئی تو عربوں نے سوچا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ تھا کہ جس طرف یہود ہیں اُس طرف سے ہم مدینہ میں داخل ہو جائیں مگر اب تو یہود بھی بدنیت ہو گئے ہیں۔ اس لیے اب ہماری کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ چنانچہ رات کو انہوں نے واپسی کا فیصلہ کیا اور ایسا خفیہ فیصلہ کیا کہ بڑے بڑے افسروں کو بھی اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ ابوسفیان جو عربوں کا سردار تھا اُس کو بھی انہوں نے نہ بتایا۔ ساتھ ہی ان کے دلوں میں یہ خیال بھی پیدا ہوگیا کہ مسلمانوں نے آج ہم پر شبخون مارنا ہے۔ چنانچہ راتوں رات انہوں نے خیمے اُکھیڑے اور بھاگنا شروع کر دیا۔ ابوسفیان رات کو اُٹھا تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ خیمے کہاں گئے؟ کسی نے کہا کہ سارے قبیلے بھاگے جا رہے ہیں۔ کہنے لگا عجیب بات ہے مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔ اِس کے بعد وہ خود بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر اِس قدر گھبرایا ہوا تھا کہ اونٹنی پر سوار ہو کر اُسے ایڑیاں مارنے لگ گیا حالانکہ وہ بندھی ہوئی تھی اور دُم کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ آخر کسی نے کہا کہ کیا کر رہے ہو؟ اونٹنی تو ابھی بندھی ہوئی ہے اور تم دُم کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہو۔3

جب صبح ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کو آواز دی اور فرمایا کوئی ہے؟ حُذیفہؓ ایک صحابی تھے وہ کہتے ہیں میں بول پڑا اور میں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نہیں کوئی اَور۔ مگر اُس رات اِتنی سخت سردی پڑی تھی کہ صحابہ کہتے ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز تو سن رہے تھے مگر ہمارے اندر بولنے کی طاقت نہیں تھی۔ کیونکہ ہماری ہڈیاں اُس وقت برف کی بنی ہوئی تھیں۔ پھر دوبارہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی ہے؟ اس پر پھر وہی صحابی بولے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نہیں کوئی اَور۔ صحابہ پھر کہتے ہیں کہ ہم اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سن رہے تھے مگر سردی اِتنی شدید تھی کہ ہمارے اندر جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔ پھر تیسری بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی بات پوچھی اور اس صحابی نے پھر کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ اور دیکھو کہ دشمن کا کیا حال ہے۔ وہ باہر گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! وہاں تو دشمن کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ سب بھاگ گئے ہیں۔4 تو دیکھو ایک آدمی جو دشمنوں میں سے تھا اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی محبت پیدا کر دی اور اُس نے ایک ایسی تدبیر کی جس کے نتیجہ میں دشمنوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ہمارے ہاں بھی فساد کے دنوں میں بعض لوگوں نے جو ہمارے دشمن تھے بڑی بڑی قربانیاں کر کے احمدیوں کو بچانے کی کوشش کی ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کی فطرت کو پاکیزہ بنایا ہے یہ بالکل درست ہے۔ انہی مخالفوں میں سے ایسے لوگ کھڑے ہو گئے جو احمدیوں کی جانیں بچانے کے لیے آگے آ گئے۔ اس سے پتا لگتا ہے کہ چاہے مذہبی یا سیاسی لیڈر لوگوں کو دھوکا دے کر اُن کی فطرت کو کتنا ہی مسخ کر دیں پھر بھی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ شکار پور (سندھ) سے اُنہی دنوں مجھے ایک پٹھان کا خط آیا جس میں اُس نے لکھا کہ میں دل سے احمدیت کی طرف مائل تھا مگر مجھے جرأت نہیں ہوتی تھی کہ میں اس کا اظہار کروں۔ اب پنجاب کے واقعات کی خبریں یہاں پہنچیں تو میں نے اپنے دل سے کہا کہ کمبخت! تجھے ہمیشہ شہادت کی خواہش رہتی تھی اب خداتعالیٰ نے ایک موقع پیدا کر دیا ہے۔ اگر یہ موقع گزر گیا تو پھر تجھے کب شہادت نصیب ہوگی؟ پس اگر تُو نے شہادت حاصل کرنی ہے تو آج ہی احمدیت کو قبول کر۔ تا کہ اگر تیری قسمت میں شہادت ہو تو وہ تجھے مل جائے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے یہ ایک برکت رکھی ہوئی ہے کہ مومنوں کے دلوں کو وہ آپس میں جکڑ دیتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں اپنے رسول کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

میور اسلام کا شدید ترین دشمن ہے مگر وہ بھی مسلمانوں کی فدائیت اور ان کی

قربانی کے جذبہ کو تسلیم کرنے سے نہیں رہ سکا۔ احزاب میں دشمن کا لشکر چوبیس ہزار تھا۔ مگر وہ گھٹا کر اسے پندرہ سولہ ہزار بتاتا ہے اور مسلمانوں کی تعداد صرف بارہ سَو تھی مگر وہ اسے بڑھا کر دس ہزار بتاتا ہے۔ اور پھر لکھتا ہے کہ حیرت آتی ہے کہ اِتنا زبردست لشکر جمع ہوا اور پھر بھی وہ شکست کھا گیا۔ اِس کے بعد وہ اِس پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مکہ والوں اور یہود سے ایک غلطی ہو گئی اور وہ یہ کہ انہوں نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماننے والوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کتنی محبت ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح خندق کو عبور کر جائیں۔ یہ خندق جو چند دنوں میں کھودی گئی زیادہ سے زیادہ دو اڑھائی گز چوڑی ہو گی اور گھوڑے بعض دفعہ چار چار گز تک بھی چھلانگ لگا لیتے ہیں۔ پس اس خندق کو عبور کرنا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے گھوڑے اس خندق پر سے کُود جاتے مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ سیدھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیمہ کی طرف جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان کو مار لیا تو سب کو مار لیا۔ لیکن جس وقت وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیمہ کی طرف رُخ کرتے تھے مسلمان پاگل ہو جاتے تھے اور وہ بھیڑوں اور بکریوں کی طرح اپنا سَر کٹانے کے لیے آگے نکل آتے تھے۔ چنانچہ باوجود جیتنے کے کفار کو اپنے گھوڑے دوڑا کر واپس آنا پڑتا تھا۔ بلکہ بعض دفعہ ان کے گھوڑے بھی اس خندق میں گِر جاتے تھے۔ پس انہوں نے غلطی یہ کی کہ وہ سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے تھے۔ حالانکہ مسلمانوں کے دلوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِتنا عشق تھا کہ اس موقع پر ان کا بچہ بچہ مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوتا تھا۔

یہ وہ محبت تھی جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی۔ اور پھر ان کی جو آپس میں محبت تھی اُس کا نمونہ بھی ہمیں ان لوگوں میں نظر آتا ہے۔ بلکہ ہم میں بھی جو مومن ہیں وہ بھائیوں کی طرح آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ گو بعض ایسے بھی نالائق ہیں جو کہیں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو باقی بھائیوں سے لڑنے لگ جاتے ہیں۔ زیادہ تر ہمیں تاجروں میں یہ نقص نظر آتا ہے۔ ان کے پاس ہی کسی اَور بھائی کی

دکان ہوتو وہ اُس کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یا پھر ملازمتوں میں ترقی کا سوال ہوتو بعض دفعہ ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ گو ایسے بھی مخلص پائے جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک بہت بڑے عہدہ کے لیے ایک دفعہ دو احمدیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک کو خیال تھا کہ مجھے عہدہ ملے اور دوسرا چاہتا تھا کہ میں اس عہدہ پر جاؤں۔ ایک دن ان دونوں میں سے ایک شخص کی بیوی مجھے ملنے کے لیے آئی اور کہنے لگی دعا کریں کہ دونوں میں سے کسی ایک کو یہ عہدہ مل جائے۔ میں نے سمجھا کہ اُس کے دل میں حقیقی ایمان پایا جاتا ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ گو میرا خاوند اِس بات کا مستحق ہے کہ اُسے یہ عہدہ ملے لیکن اگر اُسے نہیں ملتا تو بہرحال یہ عہدہ دوسرے احمدی کو ملنا چاہیے کسی اَور کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایسے مخلص بھی ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ جب تک یہ اخلاص قائم رہے گا جماعت ترقی کرتی چلی جائے گی۔ لیکن اگر وہ بُغض جو غیروں میں پایا جاتا ہے احمدیوں میں بھی پیدا ہو گیا اور ان کی آپس کی محبت جاتی رہی تو ان کی طاقت ٹوٹ جائے گی۔ جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں تنازع نہ کرو ورنہ تمہاری طاقت جاتی رہے گی اور تمہارا رُعب زائل ہو جائے گا۔5

پس ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اس امر کو یاد رکھیں کہ عارضی فائدہ کے لیے وہ کبھی اپنے بھائی کی مخالفت نہ کریں کیونکہ اگر وہ آپس میں لڑے تو غیر اُن کی اِس مخالفت سے فائدہ اُٹھا لے گا اور سلسلہ کو نقصان پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر ایک کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرا محروم رہتا ہے تو وہ کہے کہ چلو مجھے اگر فائدہ نہیں ہوا تو نہ سہی سلسلہ کی طاقت تو بڑھ گئی ہے۔ پس آپس میں اِس قسم کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کرو جس کی مثال سگے بھائیوں میں بھی نہ پائی جاتی ہو۔ صحابہؓ کو دیکھ لو دین کے معاملہ میں وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی بھی پروانہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اصل بھائی وہی ہیں جو ہمارے ساتھ شامل ہیں۔

ایک روز حضرت ابوبکرؓ گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ان کا ایک بیٹا

جو بعد میں مسلمان ہوا تھا کہنے لگا ابا جان! اُحد کے موقع پر میں ایک پتھر کے پیچھے چُھپا ہوا تھا کہ آپ وہاں سے گزرے۔ اُس وقت اگر میں چاہتا تو آپ کو مار سکتا تھا۔ مگر میں نے خیال کیا کہ اپنے باپ کو کیا مارنا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات سنی تو فرمایا خدا نے تجھے ایمان نصیب کرنا تھا اِس لیے تُو بچ گیا ورنہ خدا کی قسم! اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو تجھے ضرور مار ڈالتا۔ کیونکہ تُو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کے مقابلہ میں نکلا تھا۔ اور یہ چیز ایسی تھی جو ناقابلِ برداشت تھی۔ پس اگر میں تجھے دیکھتا تو میں نے تجھے وہیں قتل کر دینا تھا۔6

پھر دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک شخص نے ہتک کی اور اُس کے بیٹے کو بھی یہ خبر جا پہنچی کہ میرے باپ نے ایسا فقرہ کہا ہے جو سخت گندہ اور ناپاک ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یَا رَسُولَ اللّٰہ! اس فقرہ کے بعد میرے باپ کی ایک ہی سزا ہے کہ آپ اُسے قتل کر دیں اور غالباً! آپ یہی سزا اُس کے لیے تجویز کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اُسے کوئی سزا دیں تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد رسول اللہ اپنے ساتھیوں کو مارتا پھرتا ہے۔ اُس نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! میرے باپ کی یہی سزا ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔ اور میں اِس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپ نے اُس کے قتل کا کسی اَور مسلمان کو حکم دیا تو ممکن ہے میرا نفس مجھے کسی وقت دھوکا دے اور میں اپنے اُس مسلمان بھائی کو دیکھ کر غصہ میں آ جاؤں اور اسے مار دوں اور اس طرح کافر ہو جاؤں۔ اس لیے یَا رَسُولَ اللّٰہ! آپ مہربانی فرما کر مجھے ہی حکم دیں کہ میں اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں تا کہ کسی مسلمان بھائی کا بُغض میرے دل میں پیدا نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا کہ ہم اُسے کوئی سزا نہیں دینا چاہتے۔ اِس پر وہ واپس چلا گیا۔ مگر اس نے اپنے دل میں یہ نیت کر لی کہ میں نے اپنے باپ کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دینا جب تک کہ وہ اپنے فقرہ کو واپس نہ لے لے۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں داخل ہو گئے تو وہ جھٹ تلوار لے کر مدینہ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ اونٹ سے اُتر آ (اُس نے یہ الفاظ کہے تھے کہ مجھے مدینہ پہنچ لینے دو۔ پھر وہاں کا سب سے زیادہ معزز شخص یعنی وہ کمبخت خود مدینہ کے

سب سے زیادہ ذلیل آدمی یعنی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ سے نکال دے گا۔ اُس نے تلوار نکال لی اور اپنے باپ سے کہنے لگا تم نے یہ فقرہ کہا تھا اب اونٹ سے اُترو) اور جس زبان سے تم نے یہ الفاظ کہے تھے اُسی زبان سے یہ کہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔ اگر تُو نے یہ الفاظ نہ کہے تو خدا کی قسم! میں اِسی تلوار سے تیری گردن اُڑا دوں گا۔ باپ نے اُس کی شکل پہچان کر سمجھ لیا کہ یہ بغیر اِس اقرار کے مجھے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ وہ اونٹ سے اُترا اور اُس نے کہا میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔ جب اُس نے یہ الفاظ کہے تب اُس کے بیٹے نے رستہ چھوڑا اور کہا اب جاؤ۔ جب خدا کے رسول نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو میں بھی تمہیں کچھ نہیں کہتا۔7 اِس سے پتا لگ سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کتنا عشق تھا کہ جب تک اُس نے پہلے فقرہ کے بالکل اُلٹ فقرہ نہ کہلوا لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اُس وقت تک اُس نے اُسے مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا۔

مجھے یاد ہے ہماری جماعت میں ایک مخلص مگر نیم پاگل شخص تھا جسے لوگ فلاسفر کہا کرتے تھے۔ اصل میں وہ مداری تھا اور لوگوں کو ہتھکنڈے دکھایا کرتا تھا مگر چونکہ ذہین اور ہوشیار آدمی تھا۔ لوگ اُسے فلاسفر کہا کرتے تھے۔ کبھی وہ غصے میں آ جاتا تو نیم پاگل بھی ہو جایا کرتا تھا۔ جب کبھی مالی لحاظ سے اُسے تنگی محسوس ہوتی تھی وہ لاہور چلا جاتا اور لنڈے بازار میں تماشے دکھانا شروع کر دیتا۔ ایک دفعہ وہ بازار میں پھر رہا تھا کہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک کر دی۔ اِس پر اُسے غصہ آ گیا اور اس نے اس دکاندار کو پیٹا۔ یہ دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے فلاسفر کو مارنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب لاہور سے آئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس شخص نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے۔ یہ لوگوں کو مارتا ہے اور پھر لوگ اس کو مارتے ہیں اور جماعت کی بدنامی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلایا اور فرمایا میں

نے سنا ہے کہ تم لوگوں پر سختی کرتے ہو، اسلام نے سختی کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر کوئی شخص مجھے گالی دے تو تمہیں صبر کرنا چاہیے۔ میں نے بتایا ہے کہ وہ نیم پاگل سا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نصیحت کی تو وہ بڑے جوش سے کہنے لگا کہ بس بس! رہنے دیجیے۔ میں یہ نصیحت ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اگر آپ کے پیر کو کوئی شخص گالی دے تو آپ اُس سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور میرے پیر کو کوئی گالی دے تو آپ کہتے ہیں صبر کرو میں اِس کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص گالی دیتا ہے تو آپ کو غصہ آ جاتا ہے مگر جب میرے پیر کو کوئی گالی دیتا ہے تو آپ کہتے ہیں صبر کرو۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ غرض یہ اُس کی کیفیت تھی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہ مقدمہ ہوا جس میں عدالت نے آپ کو جرمانہ کی سزا دی تھی تو گو میں اُس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہ فیصلہ والے دن پتھر اُٹھائے پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے یہ پتھر چُھپا کر عدالت میں لے جانا ہے اور اگر مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سزا دی تو میں نے اُسے زندہ نہیں چھوڑنا اِس پتھر سے اُس کا سر پھوڑ دینا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس کا علم ہوا تو آپؑ نے کچھ دوست مقرر کر دیئے جنہوں نے اُس کو پکڑ لیا اور آپؑ نے فرمایا جب تک ہم عدالت سے باہر نہ آ جائیں اور پھر گھر نہ پہنچ جائیں اِس کو نہ چھوڑا جائے۔ مگر اُس کی یہ حالت تھی کہ وہ کانپتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اُسے آج مار کر چھوڑنا ہے۔

تو جب بھی خداتعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص آتا ہے اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔ اور اُس کی جماعت کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ جب یہ محبت ختم ہو، سمجھ لو کہ تمہارا ایمان بھی ختم ہو گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ محسوس نہیں کرتا کہ اگر کسی احمدی پر ظلم ہو تو میں اپنی جان دے کر بھی اُس کو بچانے کی کوشش کروں گا تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا ایمان کمزور ہے۔ اگر ملازمتوں میں ترقی کا سوال آتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ افسر تمہاری طرف ہے لیکن اگر تمہیں حق ملے

تو تمہارے دوسرے بھائی کی حق تلفی ہوتی ہے تو جب تک تم پورا زور نہ لگاؤ کہ اُسے اُس کا حق مل جائے اُس وقت تک تم سچے مومن نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ایمانِ کامل کی علامت ہی یہی ہے کہ دل ایک دوسرے کی محبت سے پُر ہوں۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ ہم نے تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا ہے اور تم میں باہم محبت اور اخوت پیدا کر دی ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر تم ساری دنیا کے اموال خرچ کر کے بھی اُسے حاصل کرنا چاہتے تو نہ کر سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم میں یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ اُس کے افراد ایک دوسرے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہوں اور انہیں اپنے مفاد سے اپنے بھائیوں کا مفاد زیادہ عزیز ہو تو اُس کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ وہ تھوڑے ہوتے ہوئے بھی دوسروں پر غالب آ جاتے ہیں اور کمزور ہوتے ہوئے بھی بڑے بڑے طاقتوروں کو بھگا دیتے ہیں۔ ایک دفعہ سرگودھا کے ایک گاؤں میں لڑائی ہوئی۔ اُس میں احمدی صرف تین تھے اور اُن کے مقابلہ میں سارا گاؤں تھا مگر تین آدمیوں نے سارے گاؤں کو بھگا دیا۔ مجھے جب یہ خبر پہنچی تو میں نے پوچھا کہ صرف تین آدمیوں نے سارے گاؤں کو کس طرح بھگا دیا؟ انہوں نے کہا کہ جب لوگوں نے باہر نکل کر ہمیں مقابلہ کے لیے للکارا اور کہا کہ کوئی احمدی ہے تو ہمارے مقابلہ میں آ جائے تو ہم تینوں اُن کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوئے اور اِس طرح مقابلہ کیا کہ سارا گاؤں بھاگ کھڑا ہوا۔ اور ہم اُس وقت تک واپس نہ آئے جب تک کہ انہوں نے اپنے گھروں میں داخل ہو کر کُنڈیاں نہ لگا لیں۔ بلکہ اس کے بعد گاؤں کے بڑے بڑے آدمی ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑتے اور منّتیں کرتے کہ ہم پر پھر حملہ نہ کرنا۔

اِسی طرح ایک اَور گاؤں میں صرف دس احمدی تھے۔ مگر جب لوگوں نے مخالفت کی تو وہ دس آدمی گاؤں کے گاؤں کو شکست دے کر آ گئے۔ یہ ایمان اور سلسلہ کی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ اگر ان کے دلوں میں ایمان نہ ہوتا تو اتنی جرأت ان میں کس طرح پیدا ہوتی۔

اسی طرح قادیان میں ایک دفعہ سکھوں نے حملہ کیا جن کے مقابلہ کے لیے مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پہنچ گئے۔ میر محمد اسحاق صاحب جو اُس مدرسہ کے افسر تھے وہ بھی وہاں جا پہنچے۔ میں نے حکم دے دیا تھا کہ کوئی احمدی اُن سے نہ لڑے۔ مگر سکھوں نے حملہ کر دیا۔ اِس پر لڑکے آخر لڑکے ہی ہوتے ہیں۔ انہوں نے بھی اُن کا مقابلہ شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی سکھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک سِکھ جو بڑے لمبے قد کا تھا اور مجھ سے بھی ایک فٹ اونچا تھا اور جو خود ایک فوجی خاندان میں سے تھا اور اُس کا باپ اور بھائی بھی فوج میں ملازم تھے ڈر کے مارے بھاگتا چلا آ رہا تھا اور اُس کے پیچھے مدرسہ احمدیہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا تھا جس نے اپنے ہاتھ میں صرف ایک کانا پکڑا ہوا تھا۔ میرے قریب پہنچ کر وہ سِکھ بڑی لجاجت سے مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب! میری اِس لڑکے سے جان بچائیے۔ مجھے اُس وقت حیرت ہوئی کہ یہ لڑکا اُس کی ٹانگ سے بھی چھوٹا ہے اور اس نے ہاتھ میں صرف ایک کانا پکڑا ہوا ہے مگر یہ اِتنا ڈر رہا ہے کہ اس کے حواس بھی بجا نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری جان خطرے میں ہے۔ بہرحال میں نے اُس لڑکے کو روک دیا کہ جانے دو۔

تو جب ایمان پیدا ہوتا ہے تو ساتھ ہی دلیری بھی پیدا ہو جاتی ہے مگر ایمان کو ہمیشہ جائز طور پر استعمال کرنا چاہیے ناجائز طور پر نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہابیل اور قابیل کا قصہ بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو مارنا چاہا تو اُس نے کہا تُو بیشک مار لے۔ میں تجھے مارنے کے لیے اپنے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔8 لوگوں نے اِس آیت سے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی مارنا چاہے تو انسان اُسے نہ مارے۔ حالانکہ اصل معنے اِس کے یہ ہیں کہ میں اس طرح ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا کہ اس کے نتیجہ میں تُو مر جائے۔ یعنی میری اصل کوشش یہی ہوگی کہ تیرا حملہ دور ہو جائے۔ گویا مومن ایسے حالات میں بھی جبکہ اُس کی جان خطرے میں ہو صرف اِتنا چاہتا ہے کہ شر دور کر دے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے کو کوئی ناجائز تکلیف پہنچے۔

پس اپنے اندر ایمان پیدا کرو، اپنے بھائیوں کی سچی محبت پیدا کرو اور اِس امر کو

اچھی طرح سمجھ لو کہ مومن وہی ہے جو دوسروں کے لیے اپنی جان دینے کے لیے بھی تیار ہو اور آپ نیچے ہو کر بھی اپنے بھائی کو اونچا کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ جیسے قرآن کریم میں فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ [9] کے الفاظ میں مومن کا یہ خاصہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو اِن سے نیچے ہوں اُن کو کھینچ کر آگے لاتے ہیں۔ پس ہمیشہ اپنے بھائیوں سے بلکہ اگر ممکن ہو تو غیروں سے بھی نیکی اور حُسنِ سلوک کرو اور اُن کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دو۔ اور انہیں اونچا کرنے اور ترقی کے میدان میں آگے لے جانے کی کوشش کرو کیونکہ جو دوسرے کے حق میں نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بھی نیکیوں کے میدان میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے"۔

(الفضل 28 جون 1956ء)

1: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (الانفال:64)

2: سیرت ابن هشام جزء 2 صفحه 1015 تا 1017 شأنُ نعيم فى تخذيل المشركين عن المسلمين دمشق 2005ء

3: سيرت ابن هشام جزء 2 صفحه 1017 تا 1019 دبيب الفرقة بين المشركين دمشق 2005ء

4: سيرت ابن هشام جزء 2 صفحه 1018، 1019 ارسل الرسول حذيفة ليتعرف ماحل بالمشركين و رجوع حذيفة الى الرسول بتخاذل المشركين دمشق 2005ء

5: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال:47)

6: مستدرك حاكم جلد 3 صفحه 475 بيروت 1978ء

7: جامع الترمذى ابواب تفسير القرآن عن رسول الله باب سورة المنافقين

8: لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ (المائدة: 29)

9: البقرة:49